شیعہ پرسنل لاء بورڈ کے ماڈل نکاح نامہ کا اصل ماخذ

(لیکن افسوس کہ پھر بھی سمجھنے اور سمجھانے میں حضرات کرام سے غلطی ہو گئی)

''مارو گھٹنا پھوٹے آنکھ''

تقریباً ۴۷ رسال پہلے سرکار سید العلماءؒ نے مدرسۃ الواعظین کے بیانات میں اس مسئلے کی طرف علماء ومومنین کی توجہ مبذول کرائی تھی کہ خواتین کے مشکلات کو ملحوظ رکھتے ہوئے یہ ضروری ہے کہ وقت نکاح زوجہ کو وکالت طلاق کا حق دے دیا جائے پھر کافی عرصے کے بعد علاّمہ نے ۱۳ر دسمبر ۱۹۵۷ء کو مجاہد ملت سید ابن حسین نقوی کے فرزند ارجمند کا نکاح، صیغوں میں ''بِالشَّرْطِ الْمَعْلُوْم'' اور صیغۂ توکیل کے اضافہ کے ساتھ پڑھ ہی دیا۔ قبل نکاح تقریر میں سید العلماءؒ نے فرمایا:

شرائطِ وکالتِ طلاق

''اگر شوہر ایک سال تک بلاوجہ شرعی نان ونفقہ نہ دے خواہ اس شہر میں رہ کر خواہ یہاں سے کسی دوسرے مقام پر چلے جانے کی بنا پر، زوجہ کے ساتھ بدسلوکی کرے جیسے زدوکوب یا ایسی سخت کلامی جو فحش ودشنام میں داخل ہو اور جو غیر شریفانہ صورت رکھتی ہے تو زوجہ کو حق ہوگا کہ وہ شوہر کی طرف سے وکالتاً خود یا کسی دوسرے کو وکیل بنا کر روبروئے شاہدین عادلین صیغہ طلاق جاری کر کے طلاق حاصل کر لے۔''

اس طرح کے شرائط پہلے سے طرفین میں طے ہو جانا چاہئیں یہ شرائط تراضی طرفین سے پہلے معین ہونا چاہئیں تا کہ بروقت عقد ان کا حوالہ بالشرط المعلوم کی لفظ سے دے دیا جائے۔

صیغۂ توکیل

بہتر یہ ہے کہ بعد عقد ایک شخص ناکح سے صیغۂ توکیل کے اجراء کی اجازت لے لے اور دوسرا شخص عورت کی طرف سے قبول توکیل کا وکیل ہو جائے۔ پھر

وکیل مرد کہے: وَكَّلْتُ فُلَانَةً فِي الطَّلَاقِ عَنِّي بِنَفْسِهَا اَوْ بِوَ كِيْلِهَا بِالشَّرْطِ الْمَعْلُوْمِ۔

وکیل عورت کہے: قَبِلْتُ التَّوْكِيْلَ لِمُوَكِّلَتِي بِالشَّرْطِ الْمَعْلُوْمِ۔''

''کہیں پہ نظر ہے کہیں پہ نشانہ'' کے مصداق حضرات نے جب ''ماڈل نکاح نامہ'' پیش کیا تو ماخذ سے تھوڑا الگ تھلگ رہنے کے چکر میں ایک بھاری غلطی کر دی یعنی یہ کہنے کے بجائے کہ وقتِ نکاح زوجہ وکالتِ طلاق کا حق حاصل کر کے فائدہ اٹھائے۔ بلکہ یہ فرما دیا کہ عورت، خلع سے پرے ہو کے مرد کو طلاق دے سکتی ہے اور حد ہے کہ آیۃ اللہ سیستانی پر بھی الزام لگا دیا گیا کہ انھوں نے بھی مذکورہ بات کی حمایت کر دی ہے۔ بایں عقل ودانش بباید گریست

اسیف جائسی

۲۰ر نومبر ۲۰۰۶ء دوشنبہ ۲۸ر شوال ۱۴۲۷ھ

تعارف

یہ رسالہ سرکار سید العلماء مدظلہٗ کے اس بیان کا خلاصہ ہے جو ممدوح نے مسجد واقع باغ جناب جنت مآب طاب ثراہ میں ۲۰؍جمادی الاول ۷۷ ۱۳ھ مطابق ۱۳؍دسمبر ۱۹۵۷ء یوم جمعہ اس موقع پر ارشاد فرمایا کہ جب میرے فرزند سید کاظم حسین نقوی سلمہٗ کا عقد جناب سید مصطفی حسن صاحب رضوی ایڈیٹر سرفراز کی صاحبزادی سلمہا کے ساتھ ہو رہا تھا۔

چونکہ ہندوستان میں ہر جہت سے اپنی نوعیت کا غالباً یہ پہلا عقد تھا جس میں شوہر کی طرف سے زوجہ کو وکالت طلاق کا حق بھی دے دیا گیا ہے اس لئے اخبارات میں اس تقریب کے حالات شائع ہونے کے بعد سے مبارکباد کے خطوط کے ساتھ صیغہ ہائے عقد وغیرہ کے تفاصیل طلب کئے جا رہے ہیں۔ اس لئے اس موعظہ کے ساتھ ان معلومات کو بھی شامل کر دیا گیا ہے۔

کاش افراد ملت اس مثال سے پورا پورا فائدہ اٹھائیں۔

الداعی الی الخیر

سید ابن حسین نقوی عفی عنہ

آنریری سکریٹری امامیہ مشن، لکھنؤ

جمادی الثانی ۷۷ ۱۳ھ جنوری ۱۹۵۸ء

نظامِ ازدواج

آیۃ اللہ العظمیٰ سرکار سید العلماء

سید علی نقی نقوی طاب ثراہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعَالَمِیۡنَ وَ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الۡاَنۡبِیَآءِ وَ الۡمُرۡسَلِیۡنَ وَ اٰلِہِ الطَّیِّبِیۡنَ الطَّاھِرِیۡنَ۔

قَالَ اللّٰہُ سُبۡحَانَہٗ وَمِنۡ اٰیٰتِہٖۤ اَنۡ خَلَقَ لَکُمۡ مِّنۡ اَنۡفُسِکُمۡ اَزۡوَاجًا لِّتَسۡکُنُوۡۤا اِلَیۡہَا وَ جَعَلَ بَیۡنَکُمۡ مَّوَدَّۃً وَّ رَحۡمَۃً۔

یہ نظر خالق میں نظام ازدواجی کی اہمیت ہے کہ جس طرح خلقت آسمان و زمین کو وہ اپنی آیت یعنی قدرت کی نشانی بتاتا ہے جس طرح آفتاب و ماہتاب اور پورے نظام فلکی کو اپنی آیت قرار دیتا ہے جس طرح گھٹاؤں کی آمد و رفت اور ان کی بارشوں کو وہ اپنے آیات میں محسوب کرتا ہے اور خود انسان کی خلقت کو اپنی سب سے بڑی آیت کے طور پر ذکر فرماتا ہے جس کے لئے قرآن مجید میں بکثرت آیات وارد ہوئے ہیں اسی طرح اس آیت قرآنی میں وہ نظام ازدواجی کو بھی اپنی قدرت کی ایک خاص آیت کی حیثیت سے پیش فرما رہا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے کہ اس کی قدرت کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ اس نے تمہارے لئے خود تم ہی میں سے ازواج پیدا کئے تاکہ تم سکون و اعتماد کے ساتھ ان کی جانب راغب ہو۔ اور تمہارے درمیان محبت والفت قرار دی۔ ''پیدا کئے''

کی لفظ سے یہ بھی ظاہر ہے کہ ازدواجی زندگی کا ترک کرنا منشاء تخلیق کے خلاف ہے جو رُہبانیت کے نظریہ پر ضرب کاری ہے۔ اور اس میں لطیف عنوان سے اس مشہور عوامی مثل کا ماخذ بھی مضمر معلوم ہوتا ہے۔ عوام کہتے ہیں کہ ''بر'' آسمان سے اترتا ہے۔ مِنْ اَنْفُسِکُمْ تم ہی میں سے اس کی صراحت قرآن مجید کی دوسری آیتوں میں بھی ہے۔ یہ اس بحث کا تصفیہ ہے جو مدتوں عقلائے زمانہ کے درمیان جاری رہی کہ عورت بھی نوع انسانی میں داخل ہے یا نہیں؟ قرآن کہتا ہے کہ وہ کوئی اور نہیں بلکہ تمہارے ہی نفوس کا ایک جزو ہے، اتنا ہی اس کے حقوق کا احساس پیدا کرانے کے لئے کافی ہے لیکن مزید یہ ہے کہ اس دوسری صنف کے لئے ازواج کی لفظ صرف کی۔

سلسلۂ انساب میں جس طرح بھائی کا بس ایک رشتہ ہے جو درمیان میں مکرر ہوتا ہے یعنی یہ اس کا بھائی تو وہ بھی اس کا بھائی ہی ہے۔ کوئی اور نہیں ہے اور جب رشتہ دونوں میں مشترک ہے تو حقوق وفرائض میں بھی یکسانی ہونا چاہئے۔ سلسلۂ اسباب میں اس طرح کی چیز زوجیت ہے یعنی ہماری زبان میں میاں بیوی یا شوہر اور زوجہ دو نام بولے جاتے ہیں مگر قرآنی اصطلاح میں جس طرح مرد اپنی بیوی کے لئے زوج ہے اسی طرح عورت اپنے شوہر کے لئے زوج کی حیثیت رکھتی ہے۔ وہ ایک ہی رشتہ ہے جو دونوں طرف سے قائم ہے۔ اور اس زوجیت میں دونوں کی مساوی درجے پر اہمیت مضمر ہے۔ زوج کون ہوتے ہیں وہ دو جن کا باہم اجتماع ایک مقصد کے حصول کے لئے ضروری ہو، جیسے دروازے کے دو پٹ یا انسان کی دو آنکھیں یا بجلی کے مثبت اور منفی تار۔ ان میں ہر ایک دوسرے کا زوج ہے، اسی طرح خالق نے شوہر اور زوجہ کو زوجین بنایا ہے، اب ان میں سے کسی کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ دوسرے کی اہمیت کا انکار کرے۔ اور اس حیثیت سے اُسے کم سمجھے۔ بیشک اپنے صنفی خصوصیات کے لحاظ سے ہر ایک کے اوصاف اپنے اعتبار سے ہونا چاہئیں ہیں جس طرح مثبت تار کا یہ کمال نہیں ہے کہ اس میں منفی کے اوصاف پیدا ہوں، اور منفی کا یہ کمال نہیں ہے کہ اس میں مثبت کی خاصیت پیدا ہو جائے۔ ایسا ہونا حصول نتیجہ کے لئے مضر ہوگا۔ اسی طرح مرد کی ترقی یہ نہیں ہے کہ اس میں نسوانی اوصاف پیدا ہو جائیں، اور عورت کی خوبی یہ نہیں ہو سکتی کہ اس میں مردانے جوہر نمایاں ہو جائیں، بلکہ مرد کا کمال اپنے اوصاف کی ترقی سے، اور عورت کا کمال اپنے جوہر نسوانیت کے ارتقاء سے وابستہ ہے اسی لئے شریعت اسلام نے نماز تک کے احکام میں دونوں کے درمیان فرق رکھا۔ لباس میں فرق، کھڑے ہونے کے انداز میں فرق، سجدے کی شکل میں فرق، بیٹھنے کے طریقے میں فرق، سجدوں کے بعد کھڑے ہونے میں فرق، جہر واخفات میں فرق، یہ سب کا ہے کے لئے ہے اسی لئے کہ اُسے مرد ہونے کا احساس قائم رہے، اور اسے عورت ہونے کا۔

چونکہ یہ دونوں صنفیں قوائے جسمانی میں نمایاں حیثیت سے فرق رکھتی ہیں اور اسی لئے ہماری جدید بول چال میں بھی ان میں سے ایک کو صنف نازک اور صنف لطیف کہا جاتا ہے، لہٰذا فطرت کا تقاضا یہ ہے کہ ان کے

فرائض بھی ان کی قوت برداشت کے لحاظ سے ہوں۔ اس لئے تحصیل معاش کی ذمہ داری اسلام نے مرد پر ڈالی اوراسے بیوی کے نان ونفقہ کا ذمہ دار قرار دیا نیز اس کے عزتِ ناموس وعرض کا محافظ بنایا جس میں بسا اوقات حملہ آور قوتوں اور زمانہ کی کشمکشوں کا بھی مقابلہ کرنا پڑے گا۔ اس ضرورت سے اس نے ایک محدود دائرے میں عورت کو اس کی مرضی کا پابند بنایا اگر جہاں وہ کہے وہاں وہ رہے ہی نہ اور جہاں وہ منع کرے وہاں جانے میں وہ کوئی رکاوٹ نہ محسوس کرے تو پھر مرد، اس کی عزت وآبرو کی حفاظت ہی کیونکر کرسکتا ہے جو شخص کسی بھی شعبہ کا نگراں ہو اس شعبہ میں یقیناً اس کو نافذ الکلمہ ہونا چاہئے۔ چنانچہ یہی دائرہ وہ ہے جس میں یہ کہنا صحیح ہے کہ مرد کی اطاعت زوجہ پر واجب ہے ورنہ دیگر معاملات یہاں تک کہ گھر کے کاروبار اور اپنے ذاتی ضروریات میں مرد کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ بطور حکومت عورت سے خادم کی طرح یہ کام لے۔ گھر کا کھانا پکانا یا جھاڑو دینا یا لباس وغیرہ کا درست کرنا ان سب چیزوں کو اصول محبت کے ماتحت انجام پانا چاہئے، اگر ایک گھر میں ماں اور بیٹا یہ دونوں رہتے ہوں تو ظاہر ہے کہ جب بیٹا کسب معاش کے لئے جائے گا تو گھر کا کام ماں انجام دے گی۔ مگر اس کے معنی یہ تو نہیں ہیں کہ بیٹے کی اطاعت اس شعبہ میں ماں پر فرض ہوگئی اسی طرح جب میاں بیوی ہوں، اور شوہر کسب معاش کے لئے جائے تو گھر کے اندر کے کام زوجہ ہی کو انجام دینا چاہئیں۔ یہ منزلی ضروریات کے ماتحت ایک شائستہ باہمی سمجھوتا ہے۔ اسے اطاعت کہنا غلط ہے۔ بیشک مفاد ازدواجی سے متعلق امور اور حفظ آبرو کے بارے میں جو پابندیاں ہیں وہ اتنی سخت ہیں کہ عورت کسی سیرگاہ کا ذکر کیا اپنے والدین کی عیادت یا شرکت جنازہ کے لئے بھی بغیر شوہر کی مرضی کے نہیں جاسکتی۔ نیز گھر میں کسی کو بلا نہیں سکتی یہاں تک کہ شوہر اگر حقیقی بھائی بلکہ باپ کو بھی روک دے تو اسے بلانا حرام ہوگا۔ لیکن اس کے بالمقابل عورت کے حقوق ازدواجی کے پورا کرنے کی خاطر مرد بھی بالکل آزاد نہیں ہے۔ وہ چار راتوں تک مسلسل بغیر زوجہ کی رضا کے غائب نہیں رہ سکتا۔ کوئی طولانی سفر بغیر اس کی مرضی کے نہیں کرسکتا۔ یہ اور بات ہے کہ اسے ہمارے عرفِ عام میں اطاعت نہیں کہتے، مگر ناموں سے حقیقت تو نہیں بدلتی۔ واقعہ تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ کسی ایک کی اطاعت بھی بذات خود دوسرے پر نہیں ہے، بلکہ دونوں ایک بالا دست طاقت خالقِ کائنات کی طرف کے قانون کے پابند ہیں۔ جتنا اس نے ضروری جانا اسے پابند بنایا، اور جتنا ضروری سمجھا اسے پابند قرار دیا۔ ان دونوں کو اس کی اطاعت لازم ہے۔ چونکہ زوجین میں ایک طرح کی ہمسری ضرور پائی جاتی ہے اس لئے شریعت نے ان میں کفویت یعنی برابر کا ہونا ضروری سمجھا ہے، مگر یاد رہے کہ اسلام میں بلندی اور پستی کا تصور حسب نسب کے معیار پر قائم نہیں ہے تو اس شریعت میں برابر ہونے کا بھی نسبی تصور قائم نہیں رکھا گیا، یہاں کفویت اسی معیار کی ہے جس معیار کی بلندی اور پستی ہے یعنی اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقَاکُمْ ایک درجہ کفویت کا تو وہ ہے جو شوہر اور زوجہ دونوں طرف سے معتبر ہے، اور وہ اسلام ہے

شرک کے مقابل میں، جس طرح عورت مسلمان ہوتو اس کی شادی کسی مشرک کے ساتھ کسی طرح کی بھی نہیں ہوسکتی۔ اسی طرح مسلمان مرد کی شادی مشرکہ عورت کے ساتھ کسی شکل میں بھی درست نہیں ہے اور اسی طرح غیر مشرک کوئی بھی قسم کافر کی ہوتو نکاح دائمی میں وہ دونوں طرف سے سدراہ ہے اس کے بعد چونکہ نان ونفقہ کی ذمہ داری اور حفظ عزت وناموس وغیرہ کے لحاظ سے بہرحال ایک طرح کا تفوق مرد کو ہوتا ہی ہے اور اس لئے بھی کہ خلقۃً وہ صنف قوی ہے اور پھر واقعاتی دنیا میں یہ کیوں یقین کیا جائے کہ ہر ایک حقوق کا کلیۃً پابند ہی رہے گا اس لئے عملاً وہ اپنی جسمانی قوت کی بنا پر حدود سے تجاوز بھی کرسکتا ہے اس لئے لڑکی کے لئے شوہر کے انتخاب میں کفو ہونے کا معیار اس سے زیادہ بلند ہوگیا ہے جتنا لڑکے کے لئے زوجہ کی تلاش میں ہے۔

چنانچہ فقہ جعفری میں اہل کتاب عورت کے ساتھ نکاح دائمی تو نہیں ہوسکتا لیکن عقد منقطع جس کی تشریع ہی ضرورت کے خاص موقعوں کے پیش نظر رکھتے ہوئے کی گئی ہے، کتابیہ عورت کے ساتھ جائز ہے جب کہ مشرکہ کے ساتھ کسی صورت سے جائز نہیں۔ اور اس کا عکس یعنی لڑکی کا عقد اہل کتاب کے ساتھ کسی شکل میں بھی درست نہیں۔ یہ اس کا ثبوت ہے کہ کفائت کا معیار اُدھر سے زیادہ سخت ہے۔ دوسرا شاہد اس کا یہ ہے کہ مسلمانوں کے مختلف فرقوں میں اگر مرد مذہب حق کا پیرو ہے تو زوجہ کے لئے کوئی پابندی لازمی نہیں ہے کہ وہ کس فرقے کی ہو لیکن لڑکی اگر شیعہ ہوتو شوہر کو بھی شیعہ ہونا چاہئے اور اس کے خلاف ہوتو بہت سے علماء کے نزدیک عقد باطل ہے۔ یہ دوسرا شاہد ہے ادھر سے کفائت کے حکم کی شدت کا۔ اسی وجہ سے معصومینؑ کے یہاں بھی زوجہ کے انتخاب میں اتنا سخت معیار پیش نظر نہیں رکھا گیا مگر لڑکی کے لئے شوہر کا انتخاب اتنا سخت مسئلہ تھا کہ امم سابقہ میں ایک معصومہ جو پیدا ہوئی یعنی حضرت مریمؑ تو چونکہ ان کے برابر والا کوئی معصوم اس وقت ایسا نہ تھا تو قدرت نے نظام فطرت کے عام اصول کو توڑ کر بغیر کسی مرد کے انھیں عیسیٰؑ ایسا فرزند عطا فرمادینا ضروری سمجھا مگر شادی ان کی کسی کے ساتھ پسند نہیں کی۔ خالق کو آخری رسول حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ان کے مفاد رسالت کی تکمیل کے مقصد سے عصمت کاملہ کے معیار پر فائز ایک بیٹی عنایت فرمانا ضروری تھی تو اس کے لئے حضرت عبدالمطلبؑ کے وقت سے اہتمام کرکے نور واحد کے دو ٹکڑے کئے تاکہ فاطمہؑ کے پہلے رسولؐ کے پاس علیؑ موجود ہوں جن کا رشتہ سیدۂ عالمؑ کے ساتھ ہوسکے۔ اس بنا پر پیغمبرؐ نے یہ نہیں فرمایا کہ **لَوْ لَا فَاطِمَةُ لَمْ يَكُنْ كُفْوًا لِعَلِيٍّ** علیہ السلام یعنی اگر فاطمہؑ نہ ہوتی تو علیؑ کا کوئی کفو نہ ہوتا۔ یہ کیونکر فرماتے اگر وہ کفائت جو اسلام میں ضروری ہے نہ ہوتی تو علی ابن ابی طالبؑ جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا کے بعد بھی جناب ام البنین وغیرہ سے کیونکر عقد فرماتے بیشک یہ فرمایا کہ **لَوْ لَا عَلِيٌّ** علیہ السلام **لَمْ يَكُنْ كُفْوًا لِفَاطِمَةَ آدَمُ وَمَنْ دُوْنَهُ**۔ اگر علیؑ نہ ہوتے تو فاطمہؑ کا کوئی کفو آدم سے لے کر اس وقت تک نہ تھا۔ یہ کفویت باعتبار نسب ہرگز نہ تھی۔ ورنہ علیؑ کے جتنے بھائی تھے وہ سب نسبی خصوصیات میں مشترک تھے۔ طالب وعقیل وجعفر سب امیرالمومنینؑ کے

حقیقی بھائی تھے۔ مختلف البطن بھی نہ تھے کہ ماں کے اعتبار سے نسب میں فرق ہوسکتا۔ یہ تو ہم بھی غلط ہے کہ طالب اور جعفر وغیرہ چونکہ عمر میں سیدۂ عالمؑ سے بہت زیادہ تھے اس لئے خارج از بحث قرار دیئے گئے اس لئے کہ حدیث کے آخر میں اٰدَمُ وَمَنْ دُوْنَہٗ کا فقرہ بتاتا ہے کہ اس میں عمر کا کیا ذکر صدی اور قرن اور ہزاروں برس کے فرق کا بھی لحاظ نہیں ہے اور پوری عمر دنیا کے افراد بشر پیغمبرؐ کے سامنے ہیں اس صورت میں ماننا پڑتا ہے کہ یہ کفویت باعتبار جلالت اوصاف اور باعتبار مرتبہ ایمان ہے۔

اب ظاہر ہے کہ ایسی معزز اور عزیز بیٹی کے عقد میں باپ کا دل کیا کچھ نہیں چاہ سکتا کہ اس عقد کو کس شان اور تزک واحتشام کے ساتھ کیا جائے مگر تاریخ وحدیث کے صفحات اپنے دامن میں عقد کا پورا مرقع لئے ہوئے ہیں کہ وہ کس طرح ہوا۔ اتنا تو ضرور لحاظ رکھا گیا کہ پیغام علیؑ ابن ابی طالبؑ کی زبان سے ہوا اور یہ درحقیقت عورت کی خودداری کا تحفظ قائم کرنا تھا کہ طلبگار صنف قوی یعنی مرد کو ہونا چاہئے اور دوسری صنف کی فرد کو صاحب غرض نہیں ثابت ہونا چاہئے۔ ہاں جب علیؑ ابن ابی طالبؑ حاضر ہوئے اور حجاب کے انداز میں خواستگاری کی تو رسولؐ نے بلا توقف ارشاد فرمایا کہ یہ تو تم اب کہہ رہے ہو اور خداوند عالم عرش پر اس مرحلہ کو طے فرما چکا ہے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں داماد کا انتخاب تک رسولؐ کی ذاتی رائے سے نہ ہوتا تھا بلکہ وہ خدا کا منتخب کردہ ہوتا تھا بس اب تکلف ورسوم برطرف، رسولؐ فرماتے ہیں۔ یا علیؑ تمہارے پاس مال دنیا سے کیا ہے؟ عرض کرتے ہیں حضور کو معلوم ہے بس ایک گھوڑا ہے، ایک تلوار ہے اور ایک زرہ، اس کے سوا کچھ نہیں۔ فرمایا گھوڑے اور تلوار کی تمہیں راہ خدا میں جہاد کے لئے ضرورت ہے مگر زرہ درکار نہیں ہے اسے فروخت کردو۔ علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے اُسے فروخت کیا جس کی چار سو درہم قیمت ملی۔ یہ ہی حضرت سیدۂ عالمؑ کا مہر قرار پایا۔ اور اس رقم سے جناب رسالت مآبؐ نے نئے گھر کے لئے سامان خانہ داری خرید فرما کر بیٹی اور داماد کے زندگی گزارنے کا سامان کردیا اور اس طرح امام المتقینؑ کی شادی سیدۃ نساء العالمینؑ کے ساتھ پایۂ تکمیل تک پہنچی۔

افسوس ہے کہ ہم لوگوں نے مراسم وقیود میں گھر کر اس اسوۂ حسنہ کو پیش نظر نہیں رکھا ہے جو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیش فرمایا تھا۔ قابل مبارک باد ہیں جناب سید ابن حسین صاحب نقوی کہ انھوں نے اپنے یہاں کی سابق شادیوں میں بھی ان خصوصیات کو مدنظر رکھا ہے۔ ایک خاص چیز تو مہر کی ہے جس میں ہمارے یہاں عموماً اتنی زیادتی کردی جاتی ہے کہ بسا اوقات صحت عقد میں اشکال پیدا ہوجانے کا امکان ہے۔ اگر مہر فاطمی کو سامنے رکھا جائے تو یہ صورتیں کبھی نہ پیدا ہوں۔ مگر مہر فاطمی کے لحاظ سے پہلے جو ایک سو سات روپیہ رکھا جاتا تھا وہ اب درست نہیں رہا کیونکہ درہم شرعی چاندی کے ایک مثقال کا ہوتا تھا اب روپیہ میں چاندی گویا ختم ہوجانے کی وجہ سے وہ حساب غلط ہوگیا ہے جیسا کہ نصاب زکوٰۃ وغیرہ کے حساب بھی جو جناب غفران مآب اعلیٰ اللہ مقامہٗ کے دور سے چل رہے تھے اب درست نہیں رہے

ہیں ظاہر ہے کہ یہ حساب لگانا کہ موجودہ روپیہ میں کتنی مقدار بھر چاندی ہے اور اس حساب سے روپیوں کی تعداد مقرر کرنا بہت دشوار ہے اس لئے اب صحیح صورت یہ ہے کہ چاندی کا اتنا وزن مہر میں قرار دیا جائے جو مہر جناب سیدہ سلام اللہ علیہا کے برابر ہو۔ چنانچہ اس عقد میں غالباً پہلی دفعہ یہ مثال قائم کی جارہی ہے کہ یہاں مہر ایک سوسترہ تولہ چاندی کا مقرر ہوا ہے۔ مہر فاطمی جب قرار دینا ہو تو یہی صورت اب زیادہ مناسب معلوم ہوتی ہے۔

دوسری بڑی اہم بات یہ ہے کہ موجودہ دور میں گھریلو تعلقات اکثر ابتری کے درجہ پر پہنچ جاتے ہیں ایسا بھی ہوتا ہے کہ شوہر زوجہ کو چھوڑ کر چلا گیا اور نان ونفقہ کی کوئی خبر نہیں لیتا، پاکستان بن جانے کے بعد ایسا بہت ہوگیا ہے کہ شوہر پاکستان چلا گیا ہے اور زوجہ یہاں رہ گئی۔ ایسی صورتوں میں لوگ علماء کے پاس آکر فریادیں کرتے ہیں اور زیادہ تر اس بارے میں علماء بے بسی محسوس کرتے ہیں۔ اس کے لئے میں نے بیس پچیس برس پہلے مدرسۃ الواعظین کے بیانات میں سے ایک بیان میں جو امامیہ مشن لکھنؤ سے کتاب کی صورت میں شائع بھی ہوچکے ہیں اس صورت پر توجہ دلائی تھی کہ شریعت کے عام قوانین کے تحت میں اس مشکل کا حل موجود ہے وہ یہ ہے کہ زوجہ بوقت عقد شوہر سے وکالت طلاق حاصل کرلے اور عقد نکاح اس شرط طلاق کے ساتھ واقع ہو اور یہ شرط متن عقد میں داخل کردی جائے۔ اس صورت کے ساتھ پھر بعض دوسرے علماء بھی متفق ہوگئے۔ چنانچہ اخباروں میں بھی یہ صورت شائع ہوچکی ہے مگر لوگ بروقت عقد، طلاق کے نام کا آنا شگون بد سمجھتے ہیں اور اس صورت پر عمل نہیں کرتے۔ لیکن بعد میں آکر فریادیں کرتے ہیں۔ اس عقد میں اس شرط کو قائم کرکے اور شوہر سے زوجہ کو وکالت طلاق دلوا کر یہ بھی عملی مثال قائم کی جارہی ہے میں دعا کرتا ہوں کہ خداوند عالم اس عقد کو طرفین کے لئے مبارک ومسعود فرمائے بحق محمد وآلہ الطاہرین علیہم السلام۔

شرائطِ وکالتِ طلاق

اگر شوہر ایک سال تک بلا وجہ شرعی نان ونفقہ نہ دے خواہ اس شہر میں رہ کر خواہ یہاں سے کسی دوسرے مقام پر چلے جانے کی بنا پر یا زوجہ کے ساتھ بدسلوکی کرے جیسے زدوکوب یا ایسی سخت کلامی جو فحش ودشنام میں داخل ہو۔ اور جو غیر شریفانہ صورت رکھتی ہے تو زوجہ کو حق ہوگا کہ وہ شوہر کی طرف سے وکالتاً خود یا کسی دوسرے کو وکیل بنا کر روبروئے شَاهِدَيْنِ عَادِلَيْنِ صیغہ طلاق جاری کرکے طلاق حاصل کرلے۔''

اس طرح کے شرائط پہلے سے طرفین میں طے ہوجانا چاہئیں یہ شرائط تراضی طرفین سے پہلے معین ہونا چاہئیں تاکہ بروقت عقد اُن کا حوالہ بِالشَّرْطِ الْمَعْلُوْم کی لفظ سے دے دیا جائے۔

صیغہائے نکاح

وکیل عورت کہے: اَنْكَحْتُ مُوَكِّلَتِيْ مُوَكِّلَكَ عَلَى الْمَهْرِ الْمَعْلُوْمِ بِالشَّرْطِ الْمَعْلُوْمِ۔

(بقیہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ صفحہ ۴۴ پر)

العین، متحدہ عرب امارات

- ہندوستان میں مسلم تعلیم، پر کانفرنس، رائے چک میں شریک۔
- پیش کش بعنوان 'مسلمانوں کے مذہبی تصور کی تجدید کاری کا ایک خاکہ' آئی۔آر۔ای۔ڈی انسٹی ٹیوٹ، لاہور، تین روزہ کانفرنس۔ ۳ تا ۷ رجولائی ۲۰۰۶ء

تعلیمی پس منظر اور وابستگیاں

تدریسی حیثیت

مدینۃ العلوم، علی گڑھ میں تدریس اور انتظام کی دیکھ بھال

پیشہ ورانہ وابستگیاں

- بانی جنرل سکریٹری، مدینۃ العلوم، سیمنری، (تا این دم)
- ڈائرکٹر انٹرفیتھ سنٹر آف ریسرچ اینڈ پبلیکشن (ناظم، بین الادیان مرکز برائے تحقیق واشاعت)
- صدر، امامیہ مشن، ہند
- بانی ممبر، آل انڈیا مسلم پرسنل لابورڈ
- ممبر انتظامیہ عاملہ، آل انڈیا ملی کونسل
- پروفیسر مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

بقیہ نظام ازدواج۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

وکیل مرد کہے: قَبِلْتُ النِّكَاحَ لِمُوَكِّلِيْ عَلَى الْمَهْرِ الْمَعْلُوْمِ بِالشَّرْطِ الْمَعْلُوْمِ۔

وکیل عورت کہے: زَوَّجْتُ مُوَكِّلَتِيْ مُوَكِّلَكَ عَلَى الْمَهْرِ الْمَعْلُوْمِ بِالشَّرْطِ الْمَعْلُوْمِ۔

وکیل مرد کہے: قَبِلْتُ التَّزْوِيْجَ لِمُوَكِّلِيْ عَلَى الْمَهْرِ الْمَعْلُوْمِ بِالشَّرْطِ الْمَعْلُوْمِ۔

اسی طرح تمام صیغے جاری کئے جائیں۔

صیغۂ توکیل

بہتر یہ ہے کہ بعد عقد ایک شخص ناکح سے صیغۂ توکیل کے اجراء کی اجازت لے لے اور دوسرا شخص عورت کی طرف سے قبول توکیل کا وکیل ہوجائے۔ پھر

وکیل مرد کہے: وَكَّلْتُ فُلَانَةً فِي الطَّلَاقِ عَنِّيْ بِنَفْسِهَا أَوْ بِوَكِيْلِهَا بِالشَّرْطِ الْمَعْلُوْمِ۔

وکیل عورت کہے: قَبِلْتُ التَّوْكِيْلَ لِمُوَكِّلَتِيْ بِالشَّرْطِ الْمَعْلُوْمِ۔ ❁❁❁

آیۃ اللہ العظمیٰ مرزا جواد تبریزی کا ارتحال پُرملال

افسوس کہ ۲۰ رنومبر ۲۰۰۶ء کو فقہ کے مشہور استاد آیۃ اللہ مرزا جواد تبریزی کا ایران میں انتقال ہوگیا۔ آپ کی رحلت سے درس خارج کے نظام تدریس کو زبردست نقصان ہوا۔ ادارہ رہبر معظم نیز دیگر آیات عظام وعلماء کرام وپسماندگان مرحوم کی خدمت میں تعزیت پیش کرتا ہے اور مومنین سے ایصال ثواب کی استدعا کرتا ہے۔

رہبر ملت، علمبردار اتحاد بین المسلمین صفوۃ العلماء مولانا سید کلب عابد نقوی رحمت مآبؒ کی یاد میں ہونے والی مجلسیں امسال انشاء اللہ العزیز **۱۶، ۱۷ ردسمبر ۲۰۰۶ء** کو قائد ملت کے زیر نگرانی بمقام دارالسلام ہند حسینیۂ حضرت غفران مآبؒ واقع مولانا کلب حسین روڈ چوک لکھنؤ ۳، میں منعقد ہوں گی جن میں ملک وبیرون ملک کے علمائے کرام وذاکرین عظام کے بیانات ہوں گے۔ تمام اضلاع کے مومنین سے شرکت کی گزارش ہے۔